خوش فہمیاں ہماریاں

اسد رضا
F-97، سیکٹر 7، جسولہ وہار، نئی دہلی۔110025، موبائل: 9873687378

اگرچہ فہم وفراست کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں تاہم جب فہم کسی غلط فہمی یا خوش فہمی کی شکل میں پروان چڑھتی ہے تو خوب رنگ دکھاتی ہے۔ غلط فہمی سے تو بڑے بڑے حادثات وواقعات رونما ہوجاتے ہیں لیکن خوش فہمیاں زندگی کو حسین خواب اور توانائی عطا کرتی ہیں۔ مثلاً معروف شاعر وادیب مرحوم جون ایلیا کو نوجوانی، جوانی اور ضعیفی میں یہ خوش فہمی رہی کہ تمام دوشیزائیں ان پر مرتی ہیں۔ اس خوش فہمی کی بدولت انہیں اور ان کی شاعری کو ایک نئی زندگی مل گئی اور وہ اپنے دور کے ایک اہم شاعر ثابت ہوئے۔ اردو ہی میں نہیں بلکہ انگریزی، ہندی، عربی، فارسی، لاطینی، عبرانی اور تیلگو وغیرہ جیسی زبانوں میں ایسے متعدد ادیب وشاعر پیدا ہوئے جنہیں خوش فہمیاں حسین سپنے دیتی رہیں اور جن کی بدولت ان کی تخلیقات کو طاقت حاصل ہوئی۔ خود ہمیں بھی لڑکپن سے یہ خوش فہمی رہی کہ اسی مناسبت سے ہم اسد اللہ خاں غالب سے بڑے نہیں تو ان کے ہم رتبہ شاعر ضرور ہیں حالانکہ پکّی عمر میں پہنچ کر ہم پہ منکشف ہوا کہ اپنی کچّی فہم کی وجہ سے ہم خوش فہمی میں مبتلا ہوگئے تھے ورنہ کہاں راجہ بھوج یعنی غالب اور کہاں ہم جیسا گنگو تیلی۔ لیکن خوش فہمیاں صرف شعرا اور ادبا کو ہی نہیں ہوتیں بلکہ مختلف شعبہ ہائے حیات سے وابستہ خواتین وحضرات خوش فہمیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ مثال کے طور معمولی صورت اور سانولی رنگت کی لڑکیاں خود کو عالیہ بھٹ او رکرینہ کپور سے کم حسین نہیں سمجھتیں۔ اسی طرح بیشتر معمولی شکل کے لڑکے اپنے آپ کو سلمان خان سے زیادہ خوبصورت نہیں تو کم بھی نہیں سمجھتے۔ بقول شاعر:

حقائق تو بنا دیتے ہیں ہرشے کو بہت مشکل
نہ ہوں خوش فہمیاں تو زندگی دشوار ہوجائے

خوش فہمیوں کی متعدد اقسام ہیں مثلاً علمی خوش فہمی، قلمی خوش فہمی، مردانی خوش فہمی، زنانی خوش فہمی، ادبی خوش فہمی، ہنری خوش فہمی، سیاسی خوش فہمی، سفارتی خوش فہمی، تجارتی خوش فہمی، صحافتی خوش فہمی، فلمی خوش فہمی، جوان خوش فہمی، بوڑھی خوش فہمی، معاشی خوش فہمی، سماجی خوش فہمی، انفرادی خوش فہمی، اجتماعی خوش فہمی، زبانی خوش فہمی، جسمانی خوش فہمی، روحانی خوش فہمی، جاہلانہ خوش فہمی، اور دانشورانہ خوش فہمی وغیرہ وغیرہ۔

اب مذکورہ بالا خوش فہمیوں کی مختصراً وضاحت کردی جائے۔ مثال کے طور پر علمی خوش فہمی کم یا بے علم حضرات کو ہوتی ہے اور وہ اپنی نیم علمی کا مظاہرہ خوب کرتے ہیں اور خود کو عالم ثابت کرنے کے لیے بڑے بڑے پروفیسروں اور علما سے بے تکی بحثیں کرتے ہیں۔ صداقت خاں المعروف نمائش خاں اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ اگرچہ ان کے پاس علم کم اور دولت زیادہ ہے، لیکن انہیں یہ خوش فہمی ہے کہ وہ دورِ حاضر کے سقراط وبقراط ہیں اور علم کے ہر میدان میں طاق ہیں۔ اسی لیے وہ اردو کے ایک پروفیسر سے اس بات پر الجھ گئے کہ اسد اللہ خاں غالب پٹھان تھے کیونکہ ان کے نام کے ساتھ خاں منسلک ہے۔ ہمارے ایک ۶۵ سالہ دوست میر منّن کو یہ خوش فہمی ہے کہ وہ ابھی تک جوان ہیں اور دوشیزائیں ان پر فدا ہیں۔ اس سلسلہ میں بہ طور دلیل وہ یہ محاورہ پیش کرتے ہیں ''مرد ساٹھا اور پاٹھا۔'' اردو کے ایک چار صفحات پر مشتمل روزنامہ کے ہائی اسکول فیل اور قلم کو''کلم'' لکھنے اور بولنے والے ایڈیٹر کو یہ صحافتی خوش فہمی ہے کہ وہ اکیسویں صدی کے مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی جوہر ہیں۔ کچھ لوگوں کو جسمانی خوش فہمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے سے زیادہ طاقتور افراد سے الجھ پڑتے ہیں، لیکن ان سے مار کھا کر اپنی اس خوش فہمی سے وہ ہمیشہ کے لیے توبہ کرلیتے ہیں۔ شیخ شفّو کو غلط فہمی کی حد تک یہ خوش فہمی تھی کہ وہ شہر کے سب سے طاقتور انسان ہیں۔ لہٰذا وہ ایک پہلوان سے لڑ پڑے۔ پہلوان نے پہلے تو انہیں زبانی طور پر سمجھایا کہ اپنے سے قوی تر شخص کے ساتھ ٹکرانا حماقت ہے، لیکن شیخ صاحب تو شیخ چلّی کی طرح سپنوں اور خیالوں کی دنیا میں رہتے ہوئے

خودکو جسمانی طور پر انتہائی توانا تصور فرماتے تھے۔ اس لیے انہوں نے پہلوان سے خوب لاتیں، گھونسے اور پٹخیاں نوش فرمائیں۔ تب کہیں ان کے دل و دماغ سے جسمانی خوش فہمی رفوچکر ہوئی۔

بعض حضرات معاشی خوش فہمی میں اس قدر ڈوبے رہتے ہیں کہ وہ خود کو گاؤں، محلے اور شہر و قصبے کا سب سے زیادہ دولت مند انسان خیال کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں سب مالی لحاظ سے بدحال، غریب اور مفلس و محتاج ہیں بس وہی امیروں کے سرتاج ہیں۔ اپنی مالی خوش فہمی کی وجہ سے وہ شان و شوکت اور کروفر کی نمائش ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔ اس کے لیے وہ قرض لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اپنی آن بان اور شان کے مظاہرے کے لیے وہ 'دکان' مکان اور زمین بھی فروخت کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ ایسے لوگ ''اونچی دکان، پھیکے پکوان'' کی عملی تصویر ہوتے ہیں۔ جب کہ نمائشی ٹھاٹ باٹ انہیں کھوکھلا کر دیتے ہیں تو وہ نہایت درد کے ساتھ فرماتے ہیں:

موت کی مار سے بچ نکلے تھے ہم ہنس کے مگر
اور مارے گئے خوش فہمی کے ہاتھوں افسوس

تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی خوش فہمیاں بھی اکثر حضرات و خواتین کو موضوع طنز و مزاح بنا دیتی ہیں۔ ایک محقق کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ دھما کہ خیز ادبی انکشافات کرتے ہیں، لیکن ایک انکشافاتی دھما کہ میں خود ان کی دانشوری بھک سے اڑ گئی۔ ہوا یوں کہ انہوں نے کہیں سے ایک دیمک زدہ کتاب خریدی اور یہ تحقیقی فتویٰ صادر کیا کہ انہوں نے میر تقی میر کا ایک نیا دیوان دریافت کیا ہے لیکن دیگر محققین و ناقدین اور پروفیسران نے جب نو دریافت دیوان کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ میر تقی میر کا دیوان نہیں بلکہ نظیر اکبرآبادی کی نظموں کا مجموعہ ہے۔ دراصل محقق مکرم اپنی محققانہ خوش فہمی میں نظیر اور میر کی شاعری میں فرق ہی محسوس نہیں کر سکے۔ نظیر عوامی شاعر تھے اور ان کی زبان و بیان پر ہندی اور برج کے اثرات بھی صاف نظر آتے تھے جب کہ میر صاحب کے اشعار میں عربی و فارسی کے الفاظ زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔ بہرحال ان کی خوش فہمی موصوف کی محققانہ دانشوری کو نگل گئی اور وہ چھ مہینے تک اپنی تحقیق نامی لاج سے لاج کے مارے باہر نہیں نکلے اور جب نکلے تو اپنے دل و دماغ سے خوش فہمی کو باہر نکال کر نکلے۔

ایک اور خطرناک، حیرت ناک، عبرت ناک، ہولناک، افسوسناک، خوفناک، دردناک، ہیبت ناک بلکہ ناک کٹوانے والی خوش فہمی جوانی میں ہوتی ہے جسے جوان خوش فہمی بھی کہا جاسکتا ہے۔ ہمارے یار غار مرزا بہار بیگ بھی عین عالم شباب میں جوان خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ بی اے کے پہلے سال میں وہ جس کالج میں زیر تعلیم تھے وہاں مخلوط تعلیم تھی یعنی لڑکے اور لڑکیاں ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ چونکہ مرزا کا مزاج لڑکپن سے ہی نہیں بلکہ بچپن سے ہی عاشقانہ تھا اور اس حد تک تھا کہ بقول ان کی والدہ گرامی وہ بدصورت خواتین کی گود میں بھی نہیں جاتے تھے، صرف حسیناؤں کا آغوش ہی انہیں پسند تھا، لہٰذا وہ اپنی ہم جماعت حسیناؤں سے بہت متاثر تھے اور اکثر خوبصورت طالبات کو گھورتے تھے، لیکن ایک دلکش طالبہ نے جس کے لبوں پر ہمیشہ تبسم بکھرا رہتا تھا، اتفاق سے انہیں دیکھا تو وہ تبسم کو اظہار عشق سمجھ بیٹھے اور اس کے قریب پہنچ گئے۔ چونکہ مرزا کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ کالج کے حسین ترین نوجوان ہیں جس پر ہر طالبہ دل و جان سے فدا ہے، لہٰذا جب انہوں نے تبسم ریز طالبہ کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ غصے سے شیرنی بن گئی اور اپنے خوبصورت سینڈل مرزا کے سر پر برسانے شروع کر دیے۔ اگر دیگر طالبات نے انہیں نہ بچایا ہوتا تو یقیناً بھری جوانی میں ان کا سر گنجا ہو جاتا۔ اس واقعہ کے بعد وہ خیر کالج تو پھر کبھی نہیں گئے، لیکن اس حد تک خوفزدہ ہو گئے کہ اب اپنی بیوی سے بھی اظہار عشق کرنے کی غلطی نہیں کرتے۔ تاہم بعض افراد کے لیے خوش فہمیاں انبساط و مسرت کا سبب بن جاتی ہیں۔ ہمارے دور کے رشتے دار اور قریب کے شاعر یار کو یہ خوش فہمی پہلا شعر کہنے کے بعد ہی ہو گئی تھی کہ وہ بہت اچھا شعر کہتے ہیں۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر انہوں نے اتنے شعر کہے کہ وہ صاحب دیوان ہو گئے۔ دس سال میں ہی ان کے چار شعری مجموعے آگئے اور دو شعری مجموعوں پر تو تین ریاستی اردو اکادمیوں سے انہیں ایوارڈ بھی مل گئے۔ مشاعروں میں بھی وہ اکثر شرکت کرتے ہیں۔ شاعری اور خوش فہمی کی بدولت ہی انہیں ایک انٹر کالج میں ٹیچر کی ملازمت بھی مل گئی۔ اسی لیے انہوں نے یہ شعر بھی کہا:

آباد ہے انہیں سے یہ زندگی کا گلشن
بے حد حسین و دلکش خوف فہمیاں ہماری

○○